شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ　　　　　　　　　　　　　　　قسط: اوّل

علماءِ آخرت کی پہچان

عَنُ ابُنِ مَسُعُودٍ عَنُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیُہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزُوُلُ قَدَمُ بُنِ آدَمَ یَوُمَ الُقِیَامَۃِ مِنُ عِندِ رَبِّہٖ حَتّٰی یُسُأَلَ عَنُ خَمُسٍ عَنُ عُمُرِہٖ فِیُمَ أَفُنَاہُ وَ عَنُ شَبَابِہٖ فِیُمَ أَبُلَاہُ وَ مَالِہٖ مِنُ أَیُنَ اکُتَسَبَہٗ وَ فِیُمَ أَنُفَقَہٗ وَ مَا ذَا عَمِلَ فِیُمَا عَلِمَ. [۱]

ترجمہ: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن آدمی کے دونوں قدم اس وقت تک (محاسبہ کی جگہ سے) نہیں ہٹ سکتے جب تک پانچ چیزوں کا مطالبہ نہ ہو جائے (اور ان کا معقول جواب نہ ملے) اپنی عمر کس کام میں خرچ کی؟ اپنی جوانی کس چیز میں خرچ کی؟ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اپنے علم پر کیا عمل کیا؟

پانچواں مطالبہ حدیث بالا میں جس کا قیامت کے میدان میں جواب دینا ہوگا، یہ ہے کہ جو علم حق تعالیٰ سبحانہٗ نے تمھیں عطا کیا تھا، اس پر کس حد تک عمل کیا؟

کسی جرم کا معلوم نہ ہونا کوئی عذر نہیں، قانون سے ناواقفیت کسی عدالت میں بھی معتبر نہیں، کیونکہ اس کا معلوم کرنا اپنا فریضہ ہے۔ اور یہ بات کہ اللہ کا حکم معلوم نہیں تھا مستقل جرم اور مستقل گناہ ہے۔

اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر مسلمان پر (دینی) علم کا سیکھنا فرض ہے۔ [۲]

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنے علم سے ایک دوسرے کو نصیحت کرتے رہا کرو، علم میں خیانت مال میں خیانت سے زیادہ سخت ہے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کے یہاں اس کا مطالبہ ہوگا۔ [۳]

اور یہ مضمون تو بہت سی احادیث میں ہے کہ جس شخص سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ اس کو چھپائے تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔ [۴]

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا جس میں بعض قوموں کی تعریف فرمائی اور پھر یہ ارشاد فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ بعض قومیں اپنی پڑوسی قوموں کو تعلیم نہیں دیتیں، نہ اُن کو نصیحت کرتی ہیں، نہ اُن کو سمجھ دار بناتی ہیں، نہ اُن کو اچھی باتوں کا حکم کرتی ہیں نہ بری باتوں سے روکتی ہیں۔ اور یہ کیا بات ہے کہ بعض قومیں اپنے پڑوسیوں سے نہ علم سیکھتی ہیں، نہ سمجھ سیکھتی ہیں، نہ نصیحت حاصل کرتی ہیں۔ یا تو یہ لوگ اپنے پڑوسیوں کو علم سکھائیں اور اُن کو نصیحت کریں اور اُن کو سمجھ دار بنائیں، اور دوسرے لوگ اِن علم والوں سے اُن چیزوں کو حاصل کریں، اور اگر ایسا نہ ہوا تو خدا کی قسم میں اُن سب کو دنیا ہی

میں سخت سزا دوں گا۔ (آخرت کا قصہ الگ ہے) اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ممبر سے اتر آئے......

لوگوں میں اس کا چرچا ہوا کہ اس سے کون سی قومیں مراد ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اشعری قوم کے لوگ مراد ہیں کہ وہ اہلِ علم ہیں، اہلِ فقہ ہیں اور اُن کے آس پاس کی رہنے والی قومیں جاہل ہیں۔ یہ خبر اشعری لوگوں کو پہنچی، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے بعض قوموں کی تو تعریف فرمائی، اور ہم لوگوں کے متعلق یہ ارشاد فرمایا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پاک ارشاد اُن کے سامنے فرمایا کہ یا تو یہ لوگ اپنے پڑوسیوں کو علم سکھائیں اور اُن کو نصیحت کریں، ان کو سمجھ دار بنائیں، اُن کو اچھی باتوں کا حکم کریں، بری باتوں سے منع کریں اور دوسرے لوگ اُن سے ان چیزوں کو حاصل کریں۔ ورنہ میں دنیا ہی میں سخت سزا دوں گا۔ انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دوسروں کو کس طرح سمجھ دار بنائیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنا وہی حکم ارشاد فرمایا، انھوں نے تیسری دفعہ پھر یہی عرض کیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی اپنا وہی حکم ارشاد فرمایا، تو انھوں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اچھا ایک سال کی مہلت ہم کو دے دیں......

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اُن کے پڑوسیوں کی تعلیم کے لیے ایک سال کی مہلت عطا فرمادی۔ [۵]

اس حدیث پاک اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سخت عتاب سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جو لوگ خود اہلِ علم ہیں، سمجھ دار ہیں۔ اُن کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے آس پاس کے رہنے والے جاہلوں کی تعلیم کی کوشش کریں۔ اُن کا یہ خیال کہ جس کو غرض ہو گی خود سیکھے گا، کافی نہیں۔ نہ سیکھنے کا مستقل مطالبہ اور مستقل گناہ اُن کے ذمہ ہے۔ لیکن اُن کو سکھانے کی ذمہ داری ان عالموں کی بھی ہے کہ یہ خود اس کی کوشش کریں، اس کی تدبیریں کریں کہ وہ علم سیکھیں۔ یہ بھی اپنے علم پر عمل کرنے میں داخل ہے کہ علم کے عمل میں اس کا سکھانا بھی داخل ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دعائیں کثرت سے نقل کی گئی ہیں اُن میں یہ دعاء بھی بکثرت وارد ہے کہ

اے اللہ! میں تجھ سے ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے۔ [۶]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص (یعنی ایک نوع آدمیوں کی چاہے اُس نوع کے کتنے ہیں آدمی ہوں) لایا جائے گا اور اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا جس سے اس کی انتڑیاں نکل پڑیں گی، اور وہ ان کے گرد اس طرح گھومے گا جیسا کہ چکی کا گدھا چکی کے گرد پھرتا ہے (یعنی جیسا کہ جانور گدھا بیل وغیرہ آٹا پیسنے کی چکی کے چاروں طرف گھومتا ہے) جہنم کے لوگ اُس کے چاروں طرف جمع ہو جائیں گے، اور اس سے دریافت کریں گے، تجھے کیا ہوا، تو ہم کو بھی اچھی باتوں کا حکم کرتا تھا، بری باتوں سے روکتا تھا؟ وہ جواب دے گا کہ میں تم کو اس کا حکم کرتا تھا لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا۔ [۷]

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں نے شبِ معراج میں ایک جماعت کو دیکھا کہ اُن کے ہونٹ جہنم کی آگ کی قینچیوں سے کترے جارہے ہیں۔ میں نے حضرت جبرئیل (علیہ السلام) سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ یہ آپ کی اُمّت کے وہ واعظ ہیں جو دوسروں کو نصیحت کرتے تھے اور خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔[۸]

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ ”زبانیۃ“ ایسے پڑھے لکھوں کو جو فِسق میں مبتلا ہوں دوسروں سے بھی پہلے پکڑیں گے۔ وہ کہیں گے یہ کیا ہوا کہ ہماری پکڑ کافروں سے بھی پہلے ہورہی ہے۔ اُن کو جواب دیا جائے گا کہ عالم اور جاہل برابر نہیں ہوتے (یعنی تم نے باوجود جاننے کے یہ حرکتیں کیں)۔[۹]

”زبانیۃ“ فرشتوں کی وہ سخت ترین جماعت ہے جو لوگوں کو جہنم میں پھینکنے پر مامور ہے۔ سورۂ اقراء میں بھی اُن کا ذکر ہے۔[۱۰]

ایک حدیث میں ہے کہ بعض جنتی بعض جہنمی لوگوں کے پاس جاکر کہیں گے کہ تمھیں کیا ہوا، تم یہاں پڑے ہو؟ ہم تو تمھاری ہی وجہ سے جنت میں گئے ہیں کہ تم ہی سے ہم نے علم سیکھا تھا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم دوسروں کو تو بتاتے تھے خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

حضرت مالک بن دینار، حضرت حسن بصری کے ذریعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص بھی وعظ کہتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس سے قیامت کے دن مطالبہ فرمائیں گے کہ اس کا کیا مقصد تھا؟ (یعنی اُس سے کوئی دنیوی غرض تھی، مال ومنفعت یا جاہ وشہرت یا خالص اللہ کے واسطے کہا تھا) حضرت مالک کے شاگرد کہتے ہیں کہ مالک رحمۃ اللہ علیہ جب اس حدیث کو بیان کرتے تو اتنا روتے کہ آواز نہ نکلتی۔ پھر یوں فرماتے کہ تم یوں سمجھتے ہو کہ وعظ سے میری آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے (یعنی میرا دل خوش ہوتا ہے) حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ مجھ سے قیامت کے دن اس کا سوال ہوگا کہ اس وعظ کا کیا مقصد تھا۔[۱۱]

اس کے باوجود جو کہنے کی مجبوری ہے وہ ابھی گزر چکی ہے، یعنی لوگوں کو علم سے روشناس کرانے کی ذمہ داری بھی ہے جیسا کہ بہت سی روایات میں وارد ہوا، اور اشعری لوگوں کا قصہ ابھی گزرا۔ حضرت ابوالدَّرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس کا خوف اور ڈر ہے کہ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے مجھے آواز دی جائے۔ میں عرض کروں، لبیک ربی، میرے رب میں حاضر ہوں، وہاں سے مطالبہ ہو کہ اپنے علم میں کیا عمل کیا تھا؟[۱۲]

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سخت ترین عذاب والا وہ عالم ہے جس کے علم سے اس کو نفع نہ ہو۔[۱۳]

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ قیس کی تعلیم کے لیے بھیجا۔ میں نے جا کر دیکھا کہ وہ وحشی اونٹوں کی طرح سے ہیں، اُن کا ہر وقت دھیان اپنے اُونٹ اور بکری میں لگا رہتا ہے۔ اُن کے سوا کوئی دوسرا فکر ہی اُن کو نہیں (ہر وقت بس دنیا کے دھندوں میں لگے رہتے ہیں)۔ میں وہاں سے واپس آ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا کر کے آئے؟ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کا حال بیان کر دیا۔ اور (دین سے) اُن کی غفلت کی خبر سنائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عمار! اس سے زیادہ تعجب کی بات اس قوم کی حالت ہے جو عالم ہونے کے باوجود (دین سے) ایسے غافل ہو جیسا کہ یہ غافل ہے۔ [۱۴]

ایک اور حدیث میں ہے کہ بعض جہنم میں ڈالے جائیں گے جن کی بدبو اور تعفن سے جہنمی لوگ بھی پریشان ہو جائیں گے۔ وہ لوگ اُن سے کہیں گے، تمھارا کیا عمل ایسا تھا جس کی یہ نحوست ہے۔ ہمیں اپنی ہی مصیبت جس میں ہم مبتلا تھے کیا کم تھی؟ تمھاری بدبو نے اور بھی پریشان کر دیا۔ یہ لوگ کہیں گے کہ ہم اپنے علم سے نفع نہیں اٹھاتے تھے۔ [۱۵]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ مجھے اس اُمت پر زیادہ خوف منافق عالم کا ہے۔ کسی نے پوچھا، منافق عالم کون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ زبان کا عالم، دل اور عمل کا جاہل۔ [۱۶] یعنی تقریر تو بڑی لچھے دار کرے مگر عمل کا نام صفر!

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تو ایسا نہ بن کہ علماء کے علم کا جمع کرنے والا ہو، حکیموں کے نادر کلام کا حامل ہو، مگر عمل میں احمق بے وقوفوں کی طرح ہو۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم عمل کے لیے آواز دیتا ہے جو کوئی شخص اُس پر عمل کرے تو وہ علم باقی رہتا ہے ورنہ وہ بھی چلا جاتا ہے، یعنی علم ضائع ہو جاتا ہے۔

حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے تین شخصوں پر بڑا رحم آتا ہے۔ ایک قوم کا سردار جو ذلیل ہو گیا ہو۔ دوسرا وہ غنی جو غنا کے بعد فقیر ہو گیا ہو۔ تیسرا وہ عالم جس سے دنیا کھیلتی ہو (یعنی دنیا کا طالب ہو اور جو اُس کا طالب ہو گا یہ اُس سے کھیلے گی)۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء کا عذاب دِل کی موت ہے۔ اور دل کی موت آخرت کے عمل سے دنیا طلب کرنا ہے۔ کسی شاعر کا شعر ہے:

عجبت لمبتاع الضلالة بالهدى — و من يشترى دنياه بالدين أعجب
و أعجب من هٰذين من باع دينه — بدنيا سواه فهو من ذين أعجب

ترجمہ: مجھے اس شخص پر تعجب آتا ہے جو ہدایت کے بدلہ گمراہی خریدے، اور اس سے زیادہ تعجب اس شخص پر ہے ج ودین کے بدلے دنیا خریدے، اور ان دونوں سے زیادتعجب اس شخص پر ہے، جو اپنے دین کو دوسروں کی دنیا کے بدلے

فروخت کردے، یعنی دنیا کا فائدہ تو دوسرے کو ہو اور دین اس کا ضائع اور برباد ہو۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو عالم دنیا دار ہو وہ احوال کے اعتبار سے جاہل سے زیادہ کمینہ ہے۔ اور عذاب کے اعتبار سے زیادہ سختی میں مبتلا ہوگا۔ اور کامیاب اور اللہ تعالیٰ کے یہاں مقرب علماءِ آخرت ہیں، جن کی چند علامتیں درج ذیل ہیں:

پہلی علامت:

اپنے علم سے دنیا نہ کماتا ہو، عالم کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ دنیا کی حقارت کا، اس کے کمینہ پن کا، اس کے مکدر ہونے کا، اس کے جلد ختم ہو جانے کا اس کو احساس ہو۔ آخرت کی عظمت، اس کا ہمیشہ رہنا، اس کی نعمتوں کی عمدگی کا احساس ہو، اور یہ بات اچھی طرح جانتا ہو کہ دنیا اور آخرت دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، دو سوکنوں کی طرح ہیں، جونسی ایک کو راضی کرے گا دوسری خفا ہو جائے گی۔ یہ دونوں ترازو کے دو پلڑوں کی طرح سے ہیں۔ جونسا ایک پلڑا جھکے گا، دوسرا ہلکا ہو جائے گا، دونوں میں مشرق مغرب کا فرق ہے۔ جونسے ایک سے تُو قریب ہوگا دوسرے سے دور ہو جائے گا، جو شخص دنیا کی حقارت کا، اس کے گدلے پن کا اور اس بات کا احساس نہیں کرتا کہ دنیا کی لذتیں دونوں جہان کی تکلیفوں کے ساتھ منضم ہیں، وہ فاسد العقل ہے۔

مشاہدہ اور تجربہ ان باتوں کا شاہد ہے کہ دنیا کی لذتوں میں دنیا کی تکلیف بھی ہے اور آخرت کی تکلیف تو ہے ہی۔ پس جس شخص کو عقل ہی نہیں وہ عالم کیسے ہوسکتا ہے۔ بلکہ جو شخص آخرت کی بڑائی اور اُس کے ہمیشہ رہنے کو بھی نہیں جانتا ہے وہ تو کافر ہے۔ ایسا شخص کیسے عالم ہوسکتا ہے جس کو ایمان بھی نصیب نہ ہو۔ اور جو شخص دنیا اور آخرت کا ایک دوسرے کی ضد ہونے کو نہیں جانتا اور دونوں کے درمیان جمع کرنے کی طمع میں ہے، وہ ایسی چیز میں طمع کر رہا ہے جو طمع کرنے کی چیز نہیں ہے۔ وہ شخص تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعت سے ناواقف ہے، اور جو شخص ان سب چیزوں کے جاننے کے باوجود دنیا کو ترجیح دیتا ہے، وہ شیطان کا قیدی ہے۔ جس کو شہوتوں نے ہلاک کر رکھا ہے اور بدبختی اس پر غالب ہے۔ جس کی یہ حالت ہو وہ علماء میں کیسے شمار ہوگا؟

حضرت داوٗد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو عالم دنیا کی خواہش کو میری محبت پر ترجیح دیتا ہے، اس کے ساتھ ادنیٰ سے ادنیٰ معاملہ میں یہ کرتا ہوں کہ اپنی مناجات کی لذت سے اس کو محروم کر دیتا ہوں (کہ میری یاد میں میری دعاء میں اس کو لذت نہیں آتی)۔ اے داوٗد! ایسے عالم کا حال نہ پوچھ جس کو دنیا کا نشہ سوار ہو کہ میری محبت سے اس کو دور کردے۔ ایسے لوگ ڈاکو ہیں، اے داوٗد! جب تو کسی کو میرا طالب دیکھے تو اس کا خادم بن جا۔ اے داوٗد! جو شخص بھاگ کر میری طرف آتا ہے، میں اس جہبذ (حاذق، سمجھدار) لکھ دیتا ہوں اور جس کو جہبذ لکھ دیتا ہوں اس کو عذاب نہیں کرتا۔

یحیٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ علم و حکمت سے جب دنیا طلب کی جائے، تو ان کی رونق جاتی رہتی ہے۔

سعید بن المسیّب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب کسی عالم کو دیکھو کہ اُمراء کے یہاں پڑا رہتا ہے تو اس کو چور سمجھو۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس عالم کو دنیا سے محبت رکھنے والا دیکھو اپنے دین کے بارہ میں اس کو متّہم سمجھو، اس لیے کہ جس شخص کو جس سے محبت ہوتی ہے اُسی میں گھسا کرتا ہے۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ جس کو گناہ میں لذت آتی ہو، وہ اللہ کا عارف ہوسکتا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ مجھے اس میں ذرا تردد نہیں کہ جو شخص دنیا کو آخرت پر ترجیح دے وہ عارف نہیں ہوسکتا۔ اور گناہ کرنے کا درجہ تو اس سے بہت زیادہ ہے اور یہ بات بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ صرف مال کی محبت نہ ہونے سے آخرت کا عالم نہیں ہوتا۔ جاہ کا درجہ اور اس کا نقصان مال سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ یعنی جتنی وعیدیں اُوپر دنیا کے ترجیح دینے کی اور اس کی طلب گزری ہیں ان میں صرف مال کمانا ہی داخل نہیں، بلکہ جاہ کی طلب مال کی طلب کی بہ نسبت زیادہ داخل ہے، اس لیے کہ جاہ طلبی کا نقصان اور اس کی مضرت مال طلبی سے بھی زیادہ سخت ہے۔

دوسری علامت:

دوسری علامت یہ ہے کہ اس کے قول و فعل میں تعارض نہ ہو، دوسروں کو خیر کا حکم کرے اور خود اس پر عمل نہ کرے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:

أَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَ أَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ. [البقرہ]

ترجمہ: کیا غضب ہے کہ دوسروں کو نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی، کیا تم عقل نہیں رکھتے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ أَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ. [الصّف]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اس عالم سے زیادہ حسرت والا کوئی نہ ہوگا جس کی وجہ سے دوسروں نے علم سیکھا اور اس پر عمل کیا، وہ تو کامیاب ہوگئے اور وہ خود عمل نہ کرنے کی وجہ سے ناکام رہا۔

ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کتنے شخص ایسے ہیں جو دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتے ہیں، خود اللہ تعالیٰ کو بھولتے ہیں۔ دوسروں کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتے ہیں، خود اللہ تعالیٰ پر جرأت کرتے ہیں۔ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا مقرب بناتے ہیں، خود اللہ تعالیٰ سے دور ہیں۔ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں، خود اللہ تعالیٰ سے بھاگتے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ مضمون بیان کیا کہ ہم لوگ قُبا کی مسجد میں بیٹھے ہوئے علم حاصل کر رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ جتنا چاہے علم حاصل کرلو، اللہ تعالیٰ کے یہاں سے اجر بغیر عمل کے نہیں ملتا۔ [۱۷]

تیسری علامت:

تیسری علامت یہ ہے کہ ایسے عُلوم میں مشغول ہو جو آخرت میں کام آنے والے ہوں، نیک کاموں میں رغبت پیدا کرنے والے ہوں۔

ایسے علوم سے احتراز کرے جن کا آخرت میں کوئی نفع نہیں ہے یا نفع کم ہے۔ ہم لوگ اپنی نادانی سے ان کو بھی علم کہتے ہیں جن سے صرف دنیا کمانا مقصود ہو، حالانکہ وہ جہل مرکب ہے کہ ایسا شخص اپنے کو پڑھا لکھا سمجھنے لگتا ہے، پھر اس کو دین کے علوم سیکھنے کا اہتمام بھی نہیں رہتا، جو شخص کچھ پڑھا ہوا نہ ہو، وہ کم سے کم اپنے آپ کو جاہل تو سمجھتا ہے۔ دین کی باتیں معلوم کرنے کی کوشش تو کرتا ہے مگر جو اپنی جہالت کے باوجود اپنے کو عالم سمجھنے لگے وہ بڑے نقصان میں ہے۔

حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ جو مشہور بزرگ اور حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد ہیں اُن سے ایک مرتبہ حضرت شیخ نے دریافت کیا کہ حاتم کتنے دن سے تم میرے ساتھ ہو؟ انھوں نے عرض کیا: ۳۳ (تینتیس) برس سے، فرمانے لگے کہ اتنے دنوں میں تم نے مجھ سے کیا سیکھا؟ حاتم نے عرض کیا، آٹھ مسئلے سیکھے ہیں۔

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اتنی طویل مدت میں صرف آٹھ مسئلے سیکھے، میری تو عمر ہی تمھارے ساتھ ضائع ہوگئی! حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: حضور صرف آٹھ ہی سیکھے ہیں، جھوٹ تو بول نہیں سکتا۔ حضرت شفیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا بتاؤ، وہ آٹھ مسئلے کیا ہیں؟ حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا:

(۱) میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق کو کسی نہ کسی سے محبت ہے (بیوی سے، اولاد سے، مال سے، احباب سے وغیرہ وغیرہ) لیکن میں نے دیکھا کہ جب وہ قبر میں جاتا ہے تو اس کا محبوب اس سے جدا ہو جاتا ہے، اس لیے میں نے نیکیوں سے محبت کرلی تاکہ جب میں قبر میں جاؤں تو میرا محبوب بھی ساتھ ہی جائے اور مرنے کے بعد بھی مجھ سے جدا نہ ہو۔

حضرت شفیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، بہت اچھا ہے۔

(۲) میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک دیکھا:

وَ أَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوىٰ. [النازعات]

ترجمہ: اور جو شخص (دنیا میں) اپنے رب کے سامنے (آخرت میں) کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو (حرام) خواہش سے روکا ہوگا تو جنت اس کا ٹھکانا ہوگا۔

میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد حق ہے، میں نے اپنے نفس کو خواہشات سے روکا، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر جم گیا۔

(۳) میں نے دنیا کو دیکھا کہ ہر شخص کے نزدیک جو چیز بہت قیمتی ہوتی ہے، بہت محبوب ہوتی ہے وہ اس کو اٹھا کر بڑی احتیاط سے رکھتا ہے۔ اس کی حفاظت کرتا ہے پھر میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھا:

مَا عِنۡدَکُمۡ یَنۡفَدُ وَ مَا عِنۡدَ اللّٰہِ بَاقٍ. [النحل]

ترجمہ: جو کچھ تمھارے پاس دنیا میں ہے وہ ختم ہو جائے گا (خواہ وہ جاتا رہے یا تم مرجاؤ ہر حال میں وہ ختم ہو گیا) اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے۔

اس آیت شریفہ کی وجہ سے جو چیز بھی میرے پاس ایسی کبھی ہوئی جس کی مجھے وقعت زیادہ ہوئی، وہ پسند زیادہ آئی، وہ میں نے اللہ تعالیٰ کے پاس بھیج دی تا کہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے۔

(۴) میں نے ساری دنیا کو دیکھا کوئی شخص مال کی طرف (اپنی عزت اور بڑائی میں) لوٹتا ہے، کوئی نسب کی شرافت کی طرف، کوئی فخر کی چیزوں کی طرف یعنی ان چیزوں کے ذریعہ سے اپنے اندر بڑائی کرتا ہے اور اپنی بڑائی ظاہر کرتا ہے، میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھا:

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقَاکُمۡ. [الحجرات]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

اس بنا پر میں نے تقویٰ اختیار کر لیا تا کہ اللہ جلّ شانہٗ کے نزدیک شریف بن جاؤں۔

(۵) میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے پر طعن کرتے ہیں، عیب جوئی کرتے ہیں، برا بھلا کہتے ہیں۔ اور یہ سب کا سب حسد کی وجہ سے ہوتا ہے کہ ایک کو دوسرے پر حسد آتا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد دیکھا:

نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَیۡنَہُمۡ مَّعِیۡشَتَہُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ رَفَعۡنَا بَعۡضَہُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعۡضُہُمۡ بَعۡضًا سُخۡرِیًّا وَ رَحۡمَتُ رَبِّکَ خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ. [الزخرف]

ترجمہ: دنیوی زندگی میں ان کی روزی ہم نے تقسیم کر رکھی ہے اور (اس تقسیم میں) ہم نے ایک کو دوسرے پر فوقیت دے رکھی ہے تا کہ (اس کی وجہ سے) ایک دوسرے سے کام لیتا رہے (سب کے سب برابر ایک ہی نمونہ کے بن جائیں تو پھر کوئی کسی کا کام کیوں کرے، کیوں نوکری کرے اور اس سے دنیا کا نظام خراب ہو جائے گا)۔

میں نے اس آیت شریف کی وجہ سے حسد کرنا چھوڑ دیا۔ ساری مخلوق سے بے تعلق ہو گیا۔ اور میں نے جان لیا کہ روزی کا بانٹنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے۔ وہ جس کے حصہ میں جتنا چاہے لگائے۔ اس لیے لوگوں کی عداوت

چھوڑ دی۔اور یہ سمجھ لیا کہ کسی کے پاس مال کے زیادہ یا کم ہونے میں ان کے فعل کو زیادہ دخل نہیں ہے، یہ تو مالک الملک کی طرف سے ہے، اس لیے اب کسی پر غصہ ہی نہیں آتا۔

(۶) میں نے دنیا میں دیکھا کہ تقریباً ہر شخص کی کسی نہ کسی سے لڑائی ہے، کسی نہ کسی سے دشمنی ہے، میں نے غور کیا تو دیکھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا:

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا۔[الفاطر]

ترجمہ: شیطان بے شبہ تمھارا دشمن ہے پس اس کے ساتھ دشمنی ہی رکھو (اس کو دوست نہ بناؤ)۔

پس میں نے اپنی دشمنی کے لیے اس کو چن لیا اور اس سے دور رہنے کی انتہائی کوشش کرتا ہوں۔اس لیے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کے دشمن ہونے کو فرمادیا تو میں نے اس کے علاوہ سے اپنی دشمنی ہٹالی۔

(۷) میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق روٹی کی طلب میں لگ رہی ہے۔اسی کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے ذلیل کرتی ہے اور ناجائز چیزیں اختیار کرتی ہے پھر میں نے دیکھا تو اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے:

وَ مَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا۔[ہود]

ترجمہ: اور کوئی جاندار زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو۔

میں نے دیکھا کہ میں بھی انھیں زمین پر چلنے والوں میں سے ایک ہوں جن کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے پس میں نے اپنے اوقات ان چیزوں میں مشغول کر لیے جو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم ہیں۔اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے ذمہ تھی، اس سے اپنے اوقات کو فارغ کر لیا۔

(۸) میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق کا اعتماد اور بھروسہ کسی خاص ایسی چیز پر ہے جو خود مخلوق ہے۔کوئی اپنی جائیداد پر بھروسہ کرتا ہے، کوئی اپنی تجارت پر اعتماد کرتا ہے، کوئی اپنی دستکاری پر نگاہ جمائے ہوئے ہے، کوئی اپنے بدن کی صحت اور قوت پر (کہ جب چاہے جس طرح چاہے کما لے گا) اور ساری مخلوق ایسی چیزوں پر اعتماد کیے ہوئے ہے جو ان کی طرح خود مخلوق ہیں۔میں نے دیکھا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ۔[الطلاق]

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل اور (اعتماد) کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے۔

اس لیے میں نے بس اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کر لیا!

حضرت شفیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حاتم رحمۃ اللہ علیہ تمھیں حق تعالیٰ شانہٗ توفیق عطاء فرمائے، میں نے توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن عظیم کے علوم کو دیکھا، میں نے سارے خیر کے کام انھی آٹھ مسائل کے اندر پائے۔پس جوان

آٹھوں پر عمل کر لے اس نے اللہ تعالیٰ شانہٗ کی چاروں کتابوں کے مضامین پر عمل کر لیا۔ اس قسم کے علوم کو علماءِ آخرت ہی پا سکتے ہیں، اور دنیا دار عالم تو مال اور جاہ کے ہی حاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

چوتھی علامت:

چوتھی علامت آخرت کے علماء کی یہ ہے کہ کھانے پینے کی اور لباس کی عمدگیوں اور بہترائیوں کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ ان چیزوں میں درمیانی رفتار اختیار کرے اور بزرگوں کے طرز کو اختیار کرے، ان چیزوں میں جتنا کمی کی طرف اس کا میلان بڑھے گا، اللہ تعالیٰ شانہٗ سے اتنا ہی اس کا قرب بڑھتا جائے گا۔ اور علماءِ آخرت میں اتنا ہی اس کا درجہ بلند ہوتا جائے گا۔

انھی شیخ ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب قصہ جس کو شیخ ابوعبداللہ خواص رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں ہیں، نقل کرتے ہیں: وہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت شیخ حاتم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ موضع ''رے'' میں جو ایک جگہ کا نام ہے گیا، تین سو بیس (۳۲۰) آدمی ہمارے ساتھ تھے۔ ہم حج کے ارادہ سے جا رہے تھے، سب متوکلین کی جماعت تھی، ان لوگوں کے پاس توشہ سامان وغیرہ کچھ نہ تھا۔ ''رے'' میں ایک معمولی خشک مزاج تاجر پر ہمارا گزر ہوا، اس نے سارے قافلہ کی دعوت کر دی اور ہماری ایک رات کی مہمانی کی۔ دوسرے دن صبح کو وہ میزبان حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگا کہ یہاں ایک عالم بیمار ہیں مجھے ان کی عیادت کو اس وقت جانا ہے، اگر آپ کی رغبت ہو تو آپ بھی چلیں، حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بیمار کی عیادت تو ثواب ہے، اور عالم کی تو زیارت بھی عبادت ہے، میں ضرور تمھارے ساتھ چلوں گا۔

یہ بیمار عالم اس موضع کے قاضی شیخ محمد بن مقاتل تھے، جب ان کے مکان پر پہنچے تو حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ سوچ میں پڑ گئے کہ اللہ اکبر، ایک عالم کا مکان اور ایسا اونچا محل، غرض ہم نے حاضری کی اجازت منگائی اور جب اندر داخل ہوئے تو وہ اندر سے بھی نہایت خوش نما، نہایت وسیع، پاکیزہ، جگہ جگہ پردے لٹک رہے ہیں۔ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ ان سب چیزوں کو دیکھ رہے تھے اور سوچ میں پڑے ہوئے تھے، اتنے میں ہم قاضی صاحب کے قریب پہنچے تو وہ ایک نہایت نرم بستر پر آرام کر رہے تھے۔ ایک غلام ان کے سرہانے پنکھا جھل رہے تھے وہ تاجر تو سلام کر کے ان کے پاس بیٹھ گئے اور مزاج پرسی کی۔ حاتم رحمۃ اللہ علیہ کھڑے رہے۔ قاضی صاحب نے ان کو بیٹھنے کا اشارہ کیا، انھوں نے بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ قاضی صاحب نے پوچھا آپ کو کچھ کہنا ہے؟ انھوں نے فرمایا، ہاں ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہو، انھوں نے کہا کہ آپ بیٹھ جائیں (غلاموں نے قاضی صاحب کو سہارا دے کر اٹھایا خود اٹھنا مشکل تھا) وہ بیٹھ گئے۔

حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ: آپ نے علم کس سے حاصل کیا؟ قاضی صاحب: معتبر علماء سے۔ حضرت حاتم رحمۃ

اللہ علیہ: ان علماء نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحب: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے۔ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحب: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحب: حضرت جبرئیل علیہ السلام سے۔ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کس سے سیکھا تھا؟ قاضی صاحب: اللہ تعالیٰ شانہٗ سے۔

حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو علم حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حق تعالیٰ شانہٗ سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو عطا فرمایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے معتبر علماء کو اور ان کے ذریعہ سے آپ تک پہنچا۔ اس میں کہیں یہ بھی وارد ہے کہ جس شخص کا جس قدر مکان اونچا اور بڑا ہوگا اس کا اتنا ہی درجہ اللہ شانہٗ کے یہاں بھی زیادہ ہوگا؟ قاضی صاحب نے فرمایا کہ نہیں یہ اس علم میں نہیں آیا۔

حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر یہ نہیں آیا تو پھر اس علم میں کیا آیا ہے؟

قاضی صاحب نے فرمایا کہ: جو شخص دنیا سے بے رغبت ہو، آخرت میں رغبت رکھتا ہو، فقراء کو محبوب رکھتا ہو، اپنی آخرت کے لیے اللہ کے یہاں ذخیرہ بھیجتا رہتا ہو، وہ شخص حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں صاحب مرقد ہے۔

حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: پھر آپ نے کس کا اتباع اور پیروی کی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی؟ متقی علماء کی؟ یا فرعون اور نمرود کی؟ اے برے عالمو! تم جیسوں کو جاہل دنیا دار جو دنیا کے اوپر اوندھے گرنے والے ہیں دیکھ کر یہ کہتے ہیں کہ جب عالموں کا یہ حال ہے تو ہم ان سے زیادہ برے ہوں گے ہی۔

یہ کہہ کر حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ تو واپس چلے گئے اور قاضی کے مرض میں اس گفتگو اور نصیحت کی وجہ سے اور بھی زیادہ اضافہ ہوگیا۔

تو لوگوں میں اس کا چرچا ہوا تو کسی نے حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ طنافسی جو قزوین میں رہتے ہیں (قزوین رے سے ستائیس فرسخ یعنی اکیاسی میل ہے) وہ ان سے بھی زیادہ رئیسانہ شان سے رہتے ہیں۔ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ (ان کو نصیحت کرنے کے ارادہ سے چل دیے) جب ان کے پاس پہنچے تو کہا کہ ایک عجمی آدمی ہے (جو عرب کا رہنے والا نہیں ہے) آپ سے یہ چاہتا ہے کہ آپ اس کو دین کی بالکل ابتداء سے یعنی نماز کی کنجی وضو سے تعلیم دیں۔ طنافسی نے کہا بڑے شوق سے۔ یہ کہ طنافسی نے وضو کا پانی منگایا، اور طنافسی نے وضو کر کے بتایا کہ اس طرح وضو کیا جاتا ہے۔ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو وضو کے بعد کہا کہ میں آپ کے سامنے وضو کرلوں تاکہ اچھی طرح ذہن نشین ہوجائے؟

طنافسی وضو کی جگہ سے اٹھ گئے اور حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے بیٹھ کر وضو کرنا شروع کیا، اور دونوں ہاتھوں کو چار چار مرتبہ دھویا۔ طنافسی نے کہا یہ اسراف ہے، تین تین دھونا چاہیے۔ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا سبحان اللہ العظیم، میرے

ایک چلو پانی میں تو اسراف ہوگیا، اور وہ سب کچھ ساز وسامان مَیں تمھارے پاس دیکھ رہا ہوں اس میں اسراف نہ ہوا۔ جب طنافسی کو خیال ہوا کہ ان کا مقصد سیکھنا نہیں تھا، بلکہ یہ غرض تھی۔ اس کے بعد جب بغداد پہنچے اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے احوال کا علم ہوا تو وہ ان سے ملنے کے لیے تشریف لائے۔ اور ان سے دریافت فرمایا کہ دنیا سے سلامتی کی کیا تدبیر ہے؟ حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دنیا سے اس وقت تک محفوظ نہیں رہ سکتے جب تک تم میں چار چیزیں نہ ہوں۔

(۱) لوگوں کی جہالت سے درگزر کرتے رہو۔

(۲) خود ان کے ساتھ کوئی حرکت جہالت کی نہ کرو۔

(۳) تمھارے پاس جو چیز ہو ان پر خرچ کردو۔

(۴) ان کے پاس جو چیز ہو اس کی امید نہ رکھو۔

اس کے بعد جب حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں کے لوگ خبر سن کے ان کے پاس ملنے کے لیے جمع ہوگئے۔ انھوں نے دریافت فرمایا کہ یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر ہے۔ کہنے لگے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محل کون سا ہے، میں وہاں جا کر دوگانہ اداء کروں؟ لوگوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو محل نہیں تھا۔ بہت مختصر مکان تھا جو بہت نیچا تھا۔ کہنے لگے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محل کہاں کہاں ہیں، مجھے وہی دکھا دو؟ لوگوں نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بھی محل نہیں تھے، ان کے بھی چھوٹے چھوٹے مکانات زمین سے لگے ہوئے تھے۔ حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا پھر یہ شہر تو فرعون کا شہر ہے۔ لوگوں نے ان کو پکڑ لیا (کہ یہ شخص مدینہ منورہ کی توہین کرتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کو فرعون کا شہر بتاتا ہے) اور پکڑ کر امیر مدینہ کے پاس لے گئے کہ یہ عجمی شخص مدینہ طیبہ کو فرعون کا شہر بتاتا ہے۔ امیر نے ان سے مطالبہ کیا کہ یہ کیا بات ہے؟

انھوں نے کہا کہ آپ جلدی نہ کریں، پوری بات سن لیں، میں ایک عجمی آدمی ہوں، میں جب اس شہر میں داخل ہوا تو میں نے پوچھا کہ یہ کس کا شہر ہے؟ پھر پورا قصہ اپنے سوال وجواب کا سنا کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن شریف میں یہ فرمایا ہے:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا. [الاحزاب]

ترجمہ: تم لوگوں کے واسطے یعنی ایسے شخص کے لیے جو اللہ سے اور آخرت کے دن سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکرِ الٰہی کرتا ہو (یعنی کامل مؤمن ہو غرض ایسے شخص کے لیے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے (یعنی ہر بات میں یہ دیکھنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا معمول تھا اور اس کا اتباع کرنا چاہیے)۔

پس اب تم ہی بتاؤ تم نے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کر رکھا ہے یا فرعون کا؟ اس پر لوگوں نے ان کو چھوڑ

دیا۔ یہاں ایک بات یہ قابل لحاظ ہے کہ مباح چیزوں کے ساتھ لذت حاصل کرنا یا ان کی وسعت حرام یا ناجائز نہیں ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ ان کی کثرت سے ان چیزوں کے ساتھ انس پیدا ہوتا ہے، ان چیزوں کی محبت دل میں بیٹھ جاتی ہے اور پھر اس کا چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے، اور ان کے فراہم کرنے کے لیے اسباب تلاش کرنا پڑتے ہیں۔ پیداوار اور آمدنی کے بڑھانے کی فکر ہوتی ہے۔ اور جو شخص روپیہ بڑھانے کی فکر میں لگ جاتا ہے، اس کو دین کے بارہ میں مداہنت بھی کرنی پڑتی ہے، اس میں بسا اوقات گناہوں کے مرتکب ہونے کی نوبت بھی آجاتی ہے۔

اگر دنیا میں گھسنے کے بعد اس سے محفوظ رہنا آسان ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اتنے اہتمام سے دنیا سے بے رغبتی پر تنبیہ نہ فرماتے اور اتنی شدت سے اس سے خود نہ بچتے کہ نقشیں کرتہ بھی بدن مبارک سے اتار دیا۔

یحیٰی بن یزید نوفلی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط لکھا جس میں حمد وصلوٰۃ کے بعد لکھا کہ: ''مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ باریک کپڑا پہنتے ہیں اور پتلی روٹی استعمال کرتے ہیں اور نرم بستر پر آرام کرتے ہیں۔ دربان بھی آپ نے مقرر کر رکھا ہے، حالانکہ آپ اونچے علماء میں ہیں، دور دور سے لوگ سفر کر کے آپ کے پاس علم سیکھنے کے لیے آتے ہیں، آپ امام ہیں، مقتداء ہیں، لوگ آپ کا اتباع کرتے ہیں۔ آپ کو بہت احتیاط کرنی چاہیے محض مخلصانہ یہ خط لکھ رہا ہوں، اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اس خط کی خبر نہیں۔'' فقط والسلام

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب تحریر فرمایا کہ تمھارا خط پہنچا جو میرے لیے نصیحت نامہ، شفقت نامہ اور تنبیہ تھی۔ حق تعالیٰ شانہٗ تقویٰ کے ساتھ تمھیں متنفع فرمائے اور اس نصیحت کی جزائے خیر عطا فرمائے، اور مجھے حق تعالیٰ شانہٗ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ خوبیوں پر عمل اور برائیوں سے بچنا اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے ہو سکتا ہے، جو امور تم نے ذکر کیے یہ صحیح ہیں، ایسا ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے (لیکن یہ سب چیزیں جائز ہیں) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ. [الأعراف]

ترجمہ:　آپ یہ کہہ دیجیے کہ (یہ بتلاؤ) کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی زینت (کپڑوں وغیرہ) کو، جس کو اس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کیا اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس نے حرام کیا۔

اس کے بعد تحریر فرمایا کہ یہ میں خوب جانتا ہوں کہ ان امور کا اختیار نہ کرنا اختیار کرنے سے اولیٰ اور بہتر ہے، آئندہ بھی اپنے گرامی ناموں سے مجھے مشرف کرتے رہیں، میں بھی خط لکھتا رہوں گا۔ فقط والسلام

کتنی لطیف بات امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمائی کہ جواز کا فتویٰ بھی تحریر فرما دیا اور اس کا اقرار بھی فرما

لیا کہ واقعی زیادہ بہتر ان امور کا ترک ہی تھا۔

پانچویں علامت:

پانچویں علامت علماءِ آخرت کی یہ ہے کہ سلاطین اور حکام سے دور رہیں (بلاضرورت کے) ان کے پاس ہرگز نہ جائیں۔ بلکہ وہ خود بھی آئیں تو ملاقات کم رکھیں۔ اس لیے کہ ان کے ساتھ میل جول، ان کی خوشنودی اور رضا جوئی میں تکلف برتنے سے خالی نہ ہوگا۔ وہ لوگ اکثر ظالم اور ناجائز امور کا ارتکاب کرنے والے ہوتے ہیں۔ جس پر انکار کرنا ضروری ہے۔ ان کے ظلم کا اظہار، ان کے ناجائز فعل پر تنبیہ کرنا ضروری ہے۔ اور اس پر سکوت دین میں مداہنت ہے۔ اور اگر ان کی خوشنودی کے لیے ان کی تعریف کرنا پڑے تو یہ صریح جھوٹ ہے۔ اور ان کے مال کی طرف اگر طبیعت کو میلان ہو اور طمع ہوئی تو ناجائز ہے۔ بہر حال ان کا اختلاط بہت سے مفاسد کی کنجی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص جنگل میں رہتا ہے وہ سخت مزاج ہو جاتا ہے۔ اور جو شکار کے پیچھے لگ جاتا ہے وہ (سب چیز سے) غافل ہو جاتا ہے۔ اور جو بادشاہ کے پاس آمد ورفت شروع کر دے وہ فتنہ میں پڑ جاتا ہے۔[۱۸]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو فتنوں کی جگہ کھڑے ہونے سے بچاؤ۔ کسی نے پوچھا کہ فتنوں کی جگہ کون سی ہے؟ فرمایا: اُمراء کے دروازے کہ ان کے پاس جا کر ان کی غلط کاریوں کی تصدیق کرنی پڑتی ہے، اور ان کی (تعریف میں) ایسی باتیں کہنی پڑتی ہیں، جو ان میں نہیں ہیں۔[۱۹]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدترین علماء وہ ہیں جو حکام کے یہاں حاضری دیں۔ اور بہترین حاکم وہ ہیں جو علماء کے یہاں حاضر ہوں۔[۲۰]

حضرت سمنون رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں ہیں) کہتے ہیں کہ میں نے یہ سنا تھا کہ جب تم کسی عالم کو یہ سنو کہ وہ دنیا کی محبت رکھتا ہے تو اس شخص کو اپنے دین کے بارہ میں متہم سمجھو۔ میں نے اس کا خود تجربہ کیا جب بھی میں بادشاہ کے یہاں گیا، تو واپسی پر میں نے اپنے دل کو ٹٹولا، تو اس پر میں نے ایک وبال پایا۔ حالانکہ تم دیکھتے ہو کہ میں وہاں سخت گفتگو کرتا ہوں، اور ان کی رائے کا سختی سے خلاف کرتا ہوں، وہاں کی کسی چیز سے منتفع نہیں ہوتا، حتیٰ کہ وہاں کا پانی بھی نہیں پیتا۔ ہمارے علماء بنو اسرائیل کے علماء سے بھی برے ہیں کہ وہ حکام کے پاس جا کر ان کو گنجائشیں بتاتے ہیں، ان کی خوشنودی کی فکر کرتے ہیں۔ اگر وہ ان سے ان کی ذمہ داریاں صاف صاف بتائیں تو وہ لوگ ان کا جانا بھی گراں سمجھنے لگیں۔

اور یہ صاف صاف کہنا ان علماء کے لیے حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں نجات کا سبب بن جائے۔ علماء کا سلاطین کے

یہاں جانا ایک بہت بڑا فتنہ ہے، اور شیطان کے اغواء کرنے کا ذریعہ ہے۔ بالخصوص جن کو بولنا اچھا آتا ہو، اس کو شیطان یہ سمجھاتا ہے کہ تیرے جانے سے ان کی حفاظت ہوگی۔ حتٰی کہ آدمی یہ سمجھنے لگتا ہے کہ ان کے پاس جانا بھی کوئی دینی چیز ہے۔ حالانکہ ان کے پاس جانے سے ان کی دل داری میں مداہنت کی باتیں کرنا اور ان کی بے جا تعریفیں کرنا پڑتی ہیں، جس میں دین کی ہلاکت ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ مجھے ایسے مناسب لوگوں کا پتہ بتاؤ جن سے میں اپنی اس (خلافت کے) کام میں مدد لوں۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے (جواب میں) لکھا کہ اہل دین تو تم تک نہ آئیں گے اور دنیا داروں کو تم اختیار نہ کرو گے۔ (اور نہ کرنا چاہیے یعنی حریص طماع لوگوں کو کہ وہ اپنے لالچ میں کام خراب کر دیں گے) اس لیے شریف النسب لوگوں سے کام لو، اس لیے کہ ان کی قومی شرافت ان کو اس بات سے روکے گی کہ وہ اپنی نسبی شرافت کو خیانت سے گندا کریں۔

یہ جواب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا، جن کا زہد و تقویٰ، عدل و انصاف ضرب المثل ہے، حتٰی کہ وہ عمر ثانی کہلاتے ہیں۔ یہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے، لیکن اس ناکارہ کے خیال میں اگر کوئی دینی مجبوری ہو تو اپنے نفس کی حفاظت اور نگرانی کرتے ہوئے جانے میں مضائقہ نہیں، بلکہ بسا اوقات دینی مصالح اور ضرورتوں کا تقاضا جانا ہی ہوتا ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اپنی ذاتی غرض، ذاتی نفع، مال و جاہ کمانا مقصود نہ ہو، بلکہ صرف مسلمانوں کی ضرورت ہو۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا:

وَاللّٰهُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ. [البقرہ]

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ مصلحت کے ضائع کرنے والے کو اور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو (الگ الگ) جانتے ہیں۔

جاری ہے

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501